تین طلاق بل
مسلم خواتین کے ساتھ ظلم یا انصاف؟
تحریر
امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
شائع کردہ
مرکز اصلاح معاشرہ خانقاہ رحمانی مونگیر

تین طلاق پر تین سال کی سزا

۲۲ راگست ۲۰۱۷ء کی تاریخ تھی، سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بینچ نے تین طلاق کے موضوع پر اپنا فیصلہ سنادیا، جس میں پانچوں ججوں کے فیصلہ میں کئی جگہ اختلاف رائے تھا، اس لیے فیصلہ اکثریتی فیصلہ سے ہوا، اس فیصلہ میں خاص طور پر دو باتیں تھیں، ایک تو یہ کہ پرسنل لا بنیادی حق ہے، اس لیے اس میں نہ سپریم کورٹ تبدیلی کرسکتی ہے، اور نہ پارلیمنٹ اس کے خلاف قانون سازی کرسکتی ہے، فیصلہ کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دی تو وہ طلاق کالعدم ہوگی، اور ازدواجی زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس فیصلہ پر کئی تأثرات اور کئی تبصرے آئے، مرکزی حکومت کے وزیر قانون نے اعلان کیا کہ اس فیصلہ کے بعد کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن جیسے جیسے گجرات الیکشن کی فضا گرم ہوئی وزیر اعظم کو مسلمان مطلقہ عورتوں کی یاد ستانے لگی، اور مرکزی حکومت کا اعلان آگیا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ تو ہوگیا، مگر مسلم مردوں نے تین طلاق دینا بند نہیں کیا ہے، اس لیے کڑی قانون سازی ہوگی۔ گروپ آف منسٹرس بنائے گئے، اس نے قانون کا مختصر مسودہ بنادیا، اور اسے خط کی شکل میں صوبائی حکومتوں کو بھیجا گیا، تاکہ وہ رائے دیں، ابھی تمام صوبوں سے رائے نہیں آئی ہے، اتنا معلوم ہے کہ تلنگانہ، آندھرا اور کیرالہ نے اس قانون کی مخالفت کی ہے۔

۱۵ ردسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی کیبنٹ نے اس مسودہ قانون کو منظوری دیدی، اور اب کسی بھی دن وہ بل پارلیمنٹ میں پیش ہوگا، پھر بحث ہوگی اور اگلے مرحلے طے پائیں گے—— کانگریس پارٹی نے رائے دیدی ہے کہ اگر یہ بل سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق ہوگا تو وہ تائید کرے گی، ورنہ مخالفت! دوسری پارٹیوں کی رائے بھی آہستہ آہستہ سامنے آجائے گی، ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ راجیہ سبھا میں یہ بل منظور ہوگا یا نہیں۔

یہ طے ہے کہ اس بل میں دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے والوں کو کریمنل لا کے تحت سزا ہوگی، جس کی مدت تین سال ہے، اس کے علاوہ اسے پینلٹی بھی دینی ہوگی، جس کی تعیین عدالت میں ہوگی ـــــ حکومت نے کریمنل لا کے تحت تین سال کی سزا تو طے کردی، مگر سوال یہ ہے کہ یہ سزا کس کریمنل آفنس کی ہے؟ اگر ایک ساتھ تین طلاق دینا کریمنل آفنس ہے تو سپریم کورٹ نے فیصلہ دیدیا ہے کہ تین طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوگی، اس طرح سپریم کورٹ نے تین طلاق کو پہلے ہی بے اثر کردیا ہے، اور ''حکومت بے اثر جرم'' کی سزا تین سال مقرر کررہی ہے، اور اس کے ساتھ پنلٹی بھی ہے، تو یہ سپریم کورٹ سے طے شدہ بے اثر جملہ یا لفظ کو جرم قرار دینا ہے، جب کہ کوئی بھی بے اثر چیز کرائم نہیں ہوسکتی ـــــ اگر قانون سازی یہ ہو کہ تین طلاق دینے والے کی بات مؤثر ہوگی اور تینوں طلاق پڑ جائے گی، تو پھر تین سال کی سزا کے قانون میں کچھ معقولیت ہوتی۔

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ بے اثر جرم کے خلاف حکومت تین سال کی سزا متعین کرنے جارہی ہے، کیا انڈین پینل کوڈ کی سزاؤں سے اس کی مطابقت ہے، تین سال کی سزا اغوا/زنا کاری جیسے جرائم پر دی جاتی ہے، کئی بڑے جرائم ہیں، جن کی سزا تین سال سے کم ہے، مثلاً رشوت پر ایک سال، مذہبی مقامات کو نقصان پہونچانے پر دو سال، فورجری پر دو سال، چار سو بیسی پر ایک سال، ملاوٹ پر چھ ماہ۔ یا ایک ہزار روپئے (یا دونوں) جیسی سزائیں متعین ہیں، تو کیا تین طلاق (سپریم کورٹ کے مطابق جن کا نہ بیوی پر اثر ہوتا ہے، نہ بچوں پر، نہ خاندان پر) اتنا بڑا ''جرم'' ہے کہ اسے اغوا جیسے جرائم کے برابر سمجھ لیا جائے، سزاؤں کو متعین کرنے میں کچھ توازن تو ہونا ہی چاہئے!

مرکزی کیبنٹ نے تین سال کی سزا کے ساتھ بیوی بچوں کا خرچ بھی طلاق دینے والے پر عائد کیا ہے، کیبنٹ کو یہ بھی سونچنا چاہئے کہ مرد جیل چلا جائے گا، تو یہ خرچ کون دے گا؟ اس سے بہتر تو حکومت بہار نے کیا ہے، کہ مطلقہ کو پچیس ہزار روپئے سالانہ وظیفہ دیتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے یہ مان لیا ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج کڑی سزا ہے، جب کہ کرائم رپورٹ اس کی تائید نہیں کرتی ـــــ پچھلے چند برسوں میں مجرمانہ حرکت پر نگاہ

ڈالیں تو جتنی شہرت اور جتنا عوامی احتجاج نربھیا حادثہ پر ہوا، اتنا کسی انفرادی حادثہ پر نہیں ہوا، اس حادثہ نے پورے ملک کے شعور کو جھنجھور کر رکھدیا، اور کسی اپیل کے بغیر ہزاروں افراد بڑے بڑے شہروں میں سڑکوں پر اتر آئے، کئی بڑے لیڈروں نے بیان دیدیا کہ مجرم کو اسلامی سزا دینی چاہئے، شور شرابہ کے تحت قانون بن گیا—— مگر کیا عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ کم ہوگیا؟ رکنے کی بات دور کی ہے! ہاں یہ بھی عجیب بات ہے کہ آج مرکزی وزارت نے تین طلاق پر تین سال کی سزا کے مسودہ کو منظور کیا ہے، آج ہی یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، (۱۵/دسمبر ۲۰۱۷ء) اور ۱۶/دسمبر ۲۰۱۲ء کو نربھیا کے ساتھ اندوہناک حادثہ ہوا تھا۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں جرائم بڑھے ہیں، ۲۰۱۶ء میں کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق ایک ہزار خواتین پر جرائم کی تعداد ۲ء۵۵ رہی ہے، خواتین کے خلاف تشدد کا معاملہ بڑھا اور پچھلے دس سال (۲۰۱۶ء تک) میں ۸۸/فیصد اضافہ ہوا، جب کہ ۲۰۱۶ء میں ۹ء۱۸ فیصد مجرم کو ہی سزا دی گئی، دہلی میں ۲۰۱۶ء میں روزانہ پانچ واقعات عصمت کے درج ہوا کیے ہیں، دہلی میں جنسی ہراسانی کی اوسط شرح ۳ء۲۶ فیصد ہے۔

یہ تھوڑی سی تفصیل بتاتی ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج سخت بنا دینا نا کافی ہے، اس کے لیے لوگوں کو سمجھانا، انہیں ذمہ داریوں کو یاد دلانا اور ذہن سازی کرانا بہت اہم ہے، جس کی سمجھ میں آجانیوالی مثال یہ ہے کہ مسلمانوں میں ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء تک طلاق بہت آسان رہی ہے، دوسرے مذہب کے ماننے والوں میں طلاق مشکل رہی ہے، اور طلاق کورٹ سے ہوتی ہے، جس میں بڑا وقت لگتا ہے، جس کے نتیجہ میں ابھی ۳۲/لاکھ ہندو عورتیں بغیر طلاق، شوہر سے الگ مجبوری کی زندگی گذار رہی ہیں، انہیں میں ایک وزیر اعظم نریندر مودی کی اہلیہ محترمہ بھی ہیں—— اور جن لوگوں کو قانونی طلاق ہوئی ہے، قومی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ ہندو، پھر عیسائی، سکھ، بدھسٹ، جینی حضرات کے یہاں طلاق ہوئی ہے، اور سب سے کم طلاق مسلمانوں میں ہوئی ہے، اصل میں یہ اثر ہے مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلمانوں کی دوسری جماعتوں، علماء اور ائمہ کے سمجھانے بجھانے اور مزاج سازی کا!

تین طلاق پر غیر متوازن سزا

۲۸؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی وزیر قانون روی شنکر پرشاد نے پارلیمنٹ میں وہ بل پیش کردیا، جسکا تعلق تین طلاق سے ہے ایوان زیریں کے ٹیبل پر رکھے جانیوالے اس بل کا نام (دی مسلم ومن پروٹیکشن آف رائٹس آن مریج بل ۲۰۱۷ء) ہے، اس کا تعلق ایک ساتھ تین طلاق دینے سے ہے —— سپریم کورٹ نے ۲۲؍اگست ۲۰۱۷ء کو فیصلہ سنادیا تھا کہ اگر شوہر نے تین طلاق ایک ساتھ دیدی تو وہ بے اثر ہوگی، ازدواجی زندگی پر اس طلاق کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ قانونی مثالوں کی روشنی میں اگر اس تین طلاق کو سمجھا جاسکتا ہے تو یہ کہ اس طرح کی بات ایک ''نامناسب'' لفظ تھا، جو زبان سے نکل گیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کی روشنی میں ایسی طلاق کی حیثیت اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

شرعی لحاظ سے ''طلاق'' کا لفظ میاں بیوی کے رشتہ میں دراڑ ڈالنے والا اور تین دفعہ استعمال ہو تو اس رشتہ کو یکسر ختم کرنیوالا ہے سپریم کورٹ کے اس فیصلہ نے مسلم سماج کیلئے بڑی مشکل پیدا کردی، کورٹ کے فیصلہ کے لحاظ سے ایک اور دو طلاق تو نتیجہ خیز ہے مگر تین طلاق بے اثر ہے جبکہ شرعی لحاظ سے تین طلاق کے بعد شوہر اور بیوی کا رشتہ فوراً ختم ہوجاتا ہے اور دونوں کا ساتھ زندگی گذارنا حرام ہے، مسلم سماج اس مرحلہ میں بڑی مشکل میں پڑ جائیگا، مسلمانوں کیلئے حلال اور حرام کی سرحدیں واضح ہیں۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اپنی جگہ، مگر تین طلاق کے بعد سابق میاں بیوی ساتھ رہے تو شریعت کے لحاظ سے وہ بالکل غلط اور حرام ہے، کورٹ نے یہ بالکل نہیں سونچا کہ ایسا فیصلہ مسلمانوں کو کتنی الجھن اور کیسے تضاد میں ڈالدے گا۔

اب مرکزی وزیر قانون نے نئے بل کے ذریعہ یہ اضافہ کیا کہ سپریم کورٹ کے کالعدم اور بے اثر طلاق کو کریمنل اقدام مان لیا، انہیں سونچنا چاہیئے تھا کہ بے اثر لفظ کی تکرار

کوئی کریمنل اقدام کیسے ہو جائیگا۔ اس بل کو لانیکی ضرورت کیوں پڑی؟ اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا، کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود لوگ تین طلاق دینے سے باز نہیں آرہے تھے اور ایک ساتھ تین طلاق کے بہتر (۷۲) کیس ریکارڈ کیئے گئے اسلیئے سخت قانون کی ضرورت پڑی، پہلا سوال تو یہ ہے کہ جب سپریم کورٹ کے فیصلہ کے پیش نظر طلاق دینے کا کوئی اثر ہوا ہی نہیں، تو پھر تین طلاق کو سخت قانون سے روکنے کا کیا مطلب ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ تازہ بل میں تین طلاق دینے والے تین سال کی سزا کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں، اور بیوی بچوں کی کفالت بھی طلاق دینے والے کے ذمہ ہوگی، اب اگر تین طلاق کے بعد عورت نے مجسٹریٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور طلاق دینے والا تین سال کیلیئے جیل چلا گیا، تو اس عورت اور بچوں کا کھانا خرچہ اور تعلیمی کفالت مرد جیل میں رہ کر کس آمدنی سے کر سکے گا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب مرد تین سال جیل میں زندگی گذار کر باہر آئیگا، تو وہ عورت اس وقت بھی اس کی بیوی رہیگی، (جیسا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے مگر موجودہ بل میں اس معاملہ پر خاموشی ہے) ایسی صورتحال میں جس عورت نے مرد کو تین سال جیل کی ہوا کھلائی اسے بیوی کی حیثیت سے ساتھ رکھنا کیا عملاً ممکن ہوگا۔

بل کا یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ یہ کریمنل ایکٹ بننے والا ہے، جبکہ نکاح معاہدہ اور سول معاملہ ہے، سول معاملہ کو کریمنل بنا دینا خود قانون دانوں کی واضح رائے کے خلاف ہے، ۲۰۰۶ء میں سپریم کورٹ کے ججوں مسٹر ایچ کے سیما اور مسٹر آر وی رویندرن نے فیصلہ دیا تھا کہ سول معاملات کو کریمنل بنا دینا صحیح نہیں ہے ایسی کسی بھی کوشش کو بہتر نہیں کہا جا سکتا، یہ طریقہ کار انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، جسکی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔

جب سپریم کورٹ نے ایک ساتھ تین طلاق کو بے اثر بنا دیا ہے تو بیوی کیلیئے پھر اسمیں نہ علیحدگی کا معاملہ ہے اور نہ کوئی بُری بات، اسے تشدد آمیز جملہ بھی نہیں کہا جا سکتا اور نہ اسے گالی کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے، اگر مرکزی حکومت اسے گالی سمجھتی ہے تو اسکے لئے بھی قانون موجود ہے، اگر کسی حساس خاتون کو اسکی وجہ سے ذہنی ایذا رسانی ہوتی ہے تو شوہر کی طرف سے ذہنی یا

جسمانی ایذارسانی کیلئے ڈومیسٹک وائلنس ایکٹ ۲۰۰۵ موجود ہے،عورت مجسٹریٹ تک معاملہ پہونچا سکتی ہے وہاں سے ایذارسانی کا علاج نکلے گا، یہ پورا معاملہ بھی سول پروسیجیور کا ہے کریمنل کا نہیں ہے، پھر یہ کہاں تک قانوناً درست ہوگا، کہ جس چیز کو عدالت عالیہ بے اثر قرار دے چکی ہے اسپر ا یکبارگی بلا سبب کریمنل قانون بنادیا جائے جبکہ قانون سازی کی تاریخ یہ ہیکہ ذہنی یا جسمانی تشدد کو پہلے سول معاملہ کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔

اس معاملہ کو قانون شہادت کی روشنی میں بھی دیکھا جانا چاہیئے —— عام طور پر تین طلاق بیوی کو کسی ناراضگی یا جھگڑے کے موقعہ پر دیجاتی ہے، جہاں اکثر و بیشتر مواقع پر میاں بیوی ہی ہوتے ہیں، خاندان یا محلّہ کے لوگ کبھی کبھار ہی جمع ہوجاتے ہیں۔ اب اگر بیوی مجسٹریٹ کے یہاں تین طلاق کا دعویٰ کرے، تو قانون شہادت کی رو سے گواہ کہاں ملیں گے؟ کون خاندان والا اپنے عزیز کو تین سال کی جیل بھیجنے کی گواہی دیگا؟ اور اگر طلاق کے وقت صرف شوہر بیوی تھے تو گواہی کا معاملہ اور بھی مشکل ہے۔

جن لوگوں کے سامنے گھریلو جھگڑوں یا میاں بیوی کی تلخیوں کے واقعات آتے رہتے ہیں وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ اچھی خاصی تعداد میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں، جو شوہر کی بدمزاجی، سخت گیری یا مزاج نہ ملنے کی وجہ سے شوہر سے پہلی فرصت میں گلوخلاصی چاہتی ہیں، اور وہ خود مطالبہ کرتی ہیں، کہ انہیں فوراً تین طلاق دیکر چھٹکارہ دیدیا جائے۔ اور سمجھانے سے شوہر بھی شرطوں کے ساتھ یا بلاشرط تین طلاق دینے کو تیار ہوجاتا ہے —— مگر اس بل کے ایکٹ بننے کے بعد کوئی مرد مذکورہ شکل میں بیوی کو علیحدہ کرنیکی ہمت کرے گا؟ یہ سمجھنا کہ تین طلاق مرد ہمیشہ یک طرفہ دیتا ہے، سماجی حالات کو نہ جاننے کی وجہ سے ہے، جن لوگوں کو دارالافتاء اور دارالقضاء کے کاموں کا تجربہ ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ طلاق عورت کے اصرار پر بھی مردوں کو دینی پڑتی ہے۔

سیاسی مقاصد کی تکمیل کیلئے عجلت میں لایا گیا یہ بل ان لوگوں نے تیار کیا ہے جنہیں مسلم سماج کے انداز ومزاج، مسائل ومشکلات، سہولتوں اور دشواریوں کا اندازہ نہیں ہے، انہیں

ایک کریمنل لا بنانا تھا، یہی سرکار والا تبار کا آدیش تھا انہوں نے سخت قسم کا قانون ڈرافٹ کر دیا، انہوں نے یہ بھی نہیں سونچا کہ دستور کی آرٹیکل ۱۴-۱۵ کی خلاف ورزی ہوگی، جب تین طلاق بے اثر ہے، تو پھر جیل کی سزا کیوں؟ انہوں نے یہ بھی نہیں سونچا کہ جب دوسرے مذہب کے ماننے والوں کیلئے بیوی کو چھوڑ دینے کی سزا ایک سال ہے، تو مسلمانوں کو نہ چھوڑنے پر تین سال کی سزا کیوں کر دیجا سکتی ہے؟ کیا یہ قانون سازی میں مذہب کی بنیاد پر تفریق نہیں ہے اور کیا یہ آئین کے مطابق ہے؟

قانون سازوں کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اس ملک میں سنسس رپورٹ کے مطابق بتیس لاکھ عورتیں وہ ہیں جنہیں سات پھیرے کے کچھ دنوں بعد شوہروں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ کسمپرسی کی زندگی گذار رہی ہیں، ان کی زندگی گذارنے کا کوئی نظم ہونا چاہئے، ان کے شوہروں نے انہیں چھوڑ رکھا ہے وہ بھی غلط کار ہیں، ان کے لئے بھی سزا ہونی چاہئے۔

یہ بل اپنے اندر کئی تضاد رکھتا ہے، اور سپریم کورٹ کی منشا کے بھی خلاف ہے، اسپر غور و فکر کی ضرورت ہے اور اسے اسٹینڈنگ کمیٹی کے حوالہ کرنا چاہئے، یا پھر راجیہ سبھا اسے سیلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کرے جہاں تمام گوشوں پر غور کیا جاسکے، دانشوروں، علماء کرام سے بھی مشورہ لیکر اسکی خامیوں کو دور کیا جائے ---- ورنہ موجودہ صورتحال میں کئی اہم سوالات ہیں جو سپریم کورٹ کے فیصلہ اور پیش کردہ بل کے نتیجہ میں ابھر کر سامنے آتے ہیں، جن پر پارلیمنٹ کے اندر بحث ہونی چاہئے، اور علماء اور دانشوروں کو بھی اپنی رائے دینی چاہئے۔

☆☆☆

سنہ طباعت: جنوری ۲۰۱۸ء تعداد: پانچ ہزار